یونیفارم سول کوڈ

اور

مسلمانوں کا موقف

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یونیفارم سول کوڈ اور مسلمانوں کا موقف

آج کل یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کا مسئلہ پوری شدت سے اٹھایا جارہا ہے، اوراس کا ساتھ دینے والے، ساتھ دے رہے اور ہمنوائی کررہے ہیں، مگر مسلمانوں کا اس سلسلہ میں کیا موقف ہے یا ہونا چاہیئے ؟ اس سلسلہ میں بعض مدعیان اسلام کے مضامین سے عوام کو اشتباہ ہو جاتا ہے ،لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس کی وضاحت کی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور یکساں سول کوڈ کے مابین ایسا ہی تضاد ہے، جیسے ایمان وکفر میں ہے؛ کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ولائحۂ عمل ہے، جس کے اپنے قوانین ہیں، اپنے اصول ہیں، اپنے ضوابط وکلیات ہیں اور یہ سب کے سب، کسی بشر وانسان کے بنائے ہوئے نہیں، بلکہ خالق بشر حضرت حق جل مجدہ کے بنائے ہوئے ہیں۔

اس لیے کہ اسلام میں حق قانون سازی، صرف اور صرف اللہ تعالی کو حاصل ہے: ﴿ إن الحُكْمُ إلاّ لِلّٰهِ﴾ کہ حکم دینے کا اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے، کسی انسان کو یا کسی اور مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں، خواہ نبی ہو یا ولی، عالم ہو یا فاضل، فلسفی ہو یا سائنسدان، سب اللہ کے بندے ہیں، جن کو اللہ کے لائے ہوئے قانون پر بلا چوں وچرا عمل کرنا ہے، انکو قانون بنانے کا کوئی حق نہیں، اس کے برعکس یکساں سول کوڈ جو بنے گا، وہ انسانوں کی عقل وفہم، ان کے علم وتجربہ کی بنا پر تیار ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اسلام نام ہے، اللہ کے قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور پھر اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا، اور یکساں سول کوڈ جب اللہ کے حکم کے خلاف،

انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے،تو وہ اسلام کی ضد یعنی کفر ہوا،اس لیے اسلام میں اور یکساں سول کوڈ میں وہی نسبت ہے، جو ایمان اور کفر میں ہے، تو جس طرح ایک شخص کفر کو اختیار کر کے مسلمان و مومن نہیں ہوسکتا، بالکل اسی طرح یکساں سول کوڈ کو تسلیم کر کے بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں باقی نہیں رہ سکتا۔

مگر تعجب ہے ان مدعیان اسلام پر جو ایک طرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور لکھتے ہیں، اور دوسری طرف یکساں سول کوڈ کے نفاذ کو حق مانتے ہیں، اور اس کے حق میں اپنا ووٹ پیش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دو ہی راستے ہیں، یا تو صاف صاف اللہ کے قانون کو تسلیم کر کے یکساں سول کوڈ سے براءت کا اظہار کریں، یا یکساں سول کوڈ کو تسلیم کر کے، دعوائے ایمان و اسلام سے دستبردار ہو جائیں۔ اور " **یؤمنون ببعض و یکفرون ببعض** " کا فلسفہ جو منافقین نے بنایا تھا، جس کی تردید قرآن نے کی ہے، اس کو چھوڑ دیں، کیونکہ یہ فلسفۂ نفاق، اسلام میں نہیں چل سکتا۔

پھر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا عائلی قانون ہی ایک ایسا قانون ہے، جس میں مسلمانوں کو قانونی طور پر تشخص حاصل ہے، اگر اس تشخص کو بھی ختم کر دیا جائے گا، اور یکساں سول کوڈ نافذ کر دیا جائے گا، تو پھر اہل اسلام کو قانونی طور پر کیسے تشخص حاصل ہوگا؟ اس لیے اہل اسلام کبھی بھی کسی قیمت پر بھی یونیفارم سول کوڈ کے حق میں رائے نہیں دے سکتے۔

یکساں سول کوڈ کے حامی جن پر مغربی افکار نے اپنا تسلط جما لیا ہے، ان کو اس سلسلے میں جو بات کھٹکتی ہے، وہ یہ کہ اسلام کا قانون موجودہ زمانے میں قابل عمل ہونے کی صلاحیت کھو چکا ہے، اور یہ کہ اس میں ترمیم اور اصلاح کی ضرورت ہے، مگر یہ کھٹک اور شبہ خود ان کے ذہنوں کی پیداوار نہیں، بلکہ مستشرقین اور ان کے

ہم نوا عناصر کی منفی ومتعصب ذہنیت کا عکس ہے، جس سے یہ لوگ متأثر ومرعوب ہوگئے ہیں، اگر اسلام کے عائلی قوانین کا انصاف اور دیانت داری کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور اس عقل سے کیا جائے، جو مغربی افکار اور استشراقی عصبیت سے مرعوب نہ ہو، بلکہ آزاد ہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی کھٹک اور شبہات کا ازالہ نہ ہو جائے، اسی طرح حضرات علماء نے اس سلسلے میں جو جوابی اور تحقیقی کتابیں تحریر فرمائی ہیں، ان کا اگر کھلے دماغ اور غیر مرعوب ذہن وفکر کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور مغرب زدہ عقلیت سے آزاد ہوکر حقیقی عقلیت پسندی کا ساتھ دیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اسلام کا قانون اور اس کی صداقت اور حقانیت مخفی رہ سکے گی۔

اسلام نے طلاق کا جو عادلانہ نظام پیش کیا ہے، یا نکاح کا جو حکیمانہ فلسفہ پیش کیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس سے بہتر اور عمدہ اور معقول نہیں پیش کرسکتی، اسی طرح دوسرے احکامات بھی، یہ محض کوئی خوش فہمی نہیں، بلکہ ایک حقیقت اور نفس الامری واقعہ ہے، جس کا انکار اور تردید دلائل اور براھین کی روشنی میں آج تک نہیں کی جاسکی۔

اعتراض کرنے والے اعتراض تو برابر کرتے ہیں کہ مثلاً اسلام نے طلاق کا حق صرف مرد کو کیوں دیا، عورت کو کیوں نہیں دیا، مگر اس کی حکمتیں اور مصلحتیں جب سمجھائی جاتی ہیں اور عورت اور مرد کے مابین جو فطرتاً فرق ہے، اس کو عقل وعلم کی روشنی میں واضح کیا جاتا ہے تو اس کو ماننے کے بجائے یا دلائل کی روشنی میں اس کی تردید کے بجائے، یہ عقلیت پسند مغرب زدہ لوگ پھر اپنی زبان وقلم سے وہی اعتراض دہرادیتے ہیں، نہیں معلوم کہ یہ عقلیت کی کونسی قسم ہے، جب جواب دے دیا گیا، اور معقول جواب دے دیا گیا تو اب ان کے لیے صرف دو ہی راستے ہیں، یا تو جواب کا جواب دلائل سے دیں یا تسلیم کرلیں، مگر افسوس کہ یہ لوگ صرف

اعتراض دہرانے کواپنی عقل پرستی کے ثبوت کے لیے کافی خیال کرتے ہیں۔

ابھی روزنامہ سالار، بابت: ۱۷رجون ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں پروفیسر بشیر حسین نے یکساں سول کوڈ پرایک مضمون تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے مسلمانوں کومشورہ دیا ہے کہ وہ یکساں سول کوڈ کوتسلیم کرلیں، اور ساتھ ہی ساتھ بی جے پی کی تعریف کی ہے کہ وہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے حق میں ہے، مگر جناب پروفیسر صاحب سے یہ معلوم کرنا ہے کہ بی جے پی کا اگرکوئی مذہب نہ ہواوراس کا اپنا کوئی قابل اعتماد قانونِ زندگی نہ ہو، اور وہ مختلف مروجہ (LAWS) کو سامنے رکھ کر ایک مشترکہ سول کوڈ تیار کرنے کی محتاج ہو، تو اہل اسلام جن کے پاس خدا کا نازل کردہ محکم قانون ہے، جس میں معقولیت بھی ہے اور سماجی انصاف بھی ہے، وہ ایسے قانون کو کیوں ترک کردیں؟ کیا خدائی قانون پروفیسر صاحب کی نظر میں دنیا کے اور قوانین کے برابر ہے؟ پروفیسر بشیر حسین نے بعض اسلامی ممالک میں موجودہ اقدار کے مطابق تدوین قوانین کا حوالہ دیا ہے، اور کہا ہے کہ انہوں نے قوانین میں مختلف تبدیلیاں لائی ہیں، مگر پروفیسر صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ قوانین میں تبدیلی لانے کے بعد بھی وہ قوانین اسلامی قوانین رہے یا نہیں؟ اور یہ کہ یہ تبدیلی کرنے والے قوانین میں تبدیلی کرکے کس پوزیشن میں ہوگئے؟ ظاہر ہے کہ اسلامی قوانین میں اگراس طرح تبدیلی لائی گئی جس سے اللہ کا قانون باطل ہوجاتا ہے، تو یہ صریح کفر ہے، جس کے ارتکاب کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا، خواہ اس فعل کاارتکاب جاہل کرے یاعالم، فردکرے یا جماعت، رعایا کرے یا حکومت، آج کئی ایسے ممالک ہیں، جہاں اسلام پر رہنے ہی کو مشکل بنادیا گیا ہے، جبکہ وہ اسلامی ممالک کہلاتے ہیں تو کیا کسی اسلامی نام کے ملک میں اسلام کو بدل دیا جائے گا، تو وہ پھر بھی اسلام ہی رہے گا؟

پروفیسر صاحب نے مقنّنہ کو شریعت میں مداخلت کا حق دلانے کے لیے یہ دلیل دی ہے کہ خود مسلمانوں نے اپنے (Personal Law) پرسنل لاء میں مداخلت کا حق تسلیم کیا ہے ،وہ لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۹ء (Muslim Marriages Act) مسلم میرجس ایکٹ کی تحلیل اس کی مثال ہے ،یہ ایکٹ مولانا اشرف علی تھانوی کے اجتہاد کا نتیجہ تھا۔ (۱)

مگر و پرفیسر صاحب نے یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جو ایکٹ اپنے اجتہاد سے تیار کیا تھا،اس میں وہ کونسی اور کتنی دفعات ایسی ہیں جن میں انہوں نے اسلامی قانون کو ترک کر کے ،اپنے اجتہاد سے نیا قانون بنایا ہے؟اگر وہ اس کو ثابت کرتے تو بات پوری ہوتی ،صغریٰ ہے کبریٰ نہیں، پھر اس کلام سے نتیجہ کیسے برآمد ہوگا؟

پروفیسر صاحب کو سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اجتہاد صرف ان مسائل میں ہوتا اور ہوسکتا ہے ،جو منصوص نہ ہوں، اور جو منصوص احکام و مسائل ہیں،ان میں اجتہاد کا کسی کو حق نہیں ،اگر امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ جیسے مجتہدین بھی ہوں، تب بھی منصوص احکام میں اجتہاد کا حق نہیں رہے گا ،ہاں غیر منصوص احکام میں اجتہاد ہوسکتا ہے،مگر اجتہاد کے معنے یہ نہیں کہ حرام کو حلال کردیا جائے یا جو زمانہ کہے،اس کو مان لیا جائے ، بلکہ اجتہاد نام ہے ادلہ شرعیہ سے استنباط احکام کے لیے اپنی غایت سعی کو صرف کرنے کا۔ (۲)

جو ادلہ شرعیہ کو مدنظر نہ رکھکر ،زمانہ ،حالت ،دور وغیرہ کی بنیاد پر حکم وقانون بنایا جائے ،تو اس کو فقہی اصطلاح میں اجتہاد نہیں ، بلکہ دین کی تحریف کہتے ہیں، غرض یہ کہ مولانا تھانویؒ کا حوالہ محض ایک دھوکہ ہے، جو پروفیسر موصوف نے بے

(۱) سالار: ۱۷رجون (۲) اصول الفقہ :ابوزہرہ :۳۷۹

سمجھے بوجھے، اپنے موقف کی تائید میں پیش کردیا ہے، کبھی مسلمانوں نے شریعت میں مداخلت کو کسی کی طرف سے گوارانہیں کیا۔

چلتے چلتے پروفیسر صاحب نے ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ ہمارے علماء کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ انہوں (حضرت تھانویؒ) نے مولانا عبدالماجد دریابادی کو ایک مکتوب میں کہا تھا کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو عدت کی مدت کے بعد بھی نفقہ ادا کریں، شاہ بانو مقدمے میں سپریم کورٹ نے اسی نظریہ کو برقرار رکھا۔(۱)

مگر ہمیں اس پر کوئی حیرت نہیں، اور نہ کسی عالم کو اس پر حیرت ہوگی، البتہ اس پر ضرور حیرت ہے کہ پروفیسر صاحب نے ایک ذاتی مشورہ اور ایک قانونی حکم میں فرق محسوس نہیں کیا، کیا ایک ذاتی مشورہ جو کسی خاص حالت کی بنا پر دیا جائے اور ایک قانونی حکم جو اپنی جگہ اٹل ہوتا ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں؟ کیا مولانا تھانویؒ نے کوئی شرعی فتوی اس کا صادر کیا تھا؟ اسکو ثابت کیا جاسکتا ہے؟ یہ حال ہے، جناب پروفیسر صاحب کے دلائل کا اور عقل وفہم کا، جس سے انہوں نے علماء کے کلام کو سمجھا ہے ؎

بریں عقل ودانش بباید گریست

بہرحال بتانا یہ ہے کہ یکساں سول کوڈ کسی طور پر بھی قابل تسلیم نہیں، اگرچہ بعض مدعیان علم وعقل اس کی تائید کررہے ہیں، مگر جیسا کہ عرض کرچکا ہوں، اہل اسلام کے نزدیک یکساں سول کوڈ اور اسلام میں اسی طرح تضاد ہے، جس طرح ایمان وکفر میں تضاد ہے اور اس کو تسلیم کرنے کے بعد ملت اسلامیہ کا تشخص وامتیاز ختم ہوجائے گا۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

---

(۱) سالار